رمضان کے آخری ایام میں خاص طور پر دعائیں کی جائیں

(فرمودہ ۸۔ مارچ ۱۹۲۹ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

آج رمضان کا آخری جمعہ ہے اور چونکہ رمضان کے مہینہ کو خدا تعالیٰ نے مبارک بنایا ہے اور جمعہ کے دن کو بھی چونکہ برکت عطا فرمائی ہے حتّٰی کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے جمعہ کے دن ایک ساعت ایسی آتی ہے جس وقت بندہ جو کچھ اپنے خدا سے مانگے پالیتا ہے[1] اس لئے رمضان کے آخری عشرہ میں اس دن کو مسلمان خاص طور پر مکرّم قرار دیتے ہیں اور اسے اس حد تک عزت دیتے ہیں جسے دیکھتے ہوئے گورنمنٹ نے بھی آج کے دن دفتروں میں چُھٹی منظور کر لی ہے۔

جس رنگ میں مسلمان اس دن کو دیکھتے ہیں وہ تو ایک نہایت ہی مکروہ صورت ہے۔ وہ مسلمان جن پر جمعہ پر جمعہ گذرتا چلا جاتا ہے اور انہیں خدا تعالیٰ کا نام لینے کی توفیق نہیں ملتی، وہ مسلمان جن کی آنکھوں کے سامنے ہر روز نماز کے وقت گذرتے چلے جاتے ہیں مگر ان کے دلوں میں خدا تعالیٰ کی یاد کبھی نہیں گدگداتی، وہ مسلمان جن کے کانوں میں گونجتی ہوئی اذان کی آواز گزر جاتی ہے مگر ان کے دلوں کی محبت کی تاریں ذرا بھی اس آواز کے مقابلہ میں پھڑکتی نہیں وہ اس دن تمام کام کاج چھوڑ کر اور خوب زینت و آرائش کر کے مسجدوں میں آجاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اگر آج نماز پڑھ لی تو ساری عمر کی نمازیں ادا ہو جائیں گی وہ آج قضاء عمری پڑھتے ہیں اور سمجھتے ہیں آج کی نماز نہ صرف سال بھر بلکہ عمر بھر کیلئے کافی ہے۔

یہ ایسا ہی پست ہمت اور کمینہ خیال ہے جیسا کہ چینیوں کا یہ خیال کہ وہ کاغذ کے پُرزوں پر خدا تعالیٰ کی مختلف صفات کے نام لکھ کر انہیں رہٹ کے ساتھ باندھ دیتے ہیں اور سمجھ لیتے ہیں جب تک رہٹ چلتا رہتا ہے ہماری طرف سے عبادت ہوتی رہتی ہے۔ جیسے چینیوں کا یہ خیال گرا ہوا اور ادنیٰ ہے ایسے ہی مسلمانوں کا یہ خیال ہے۔ لیکن باوجود اس کے کہ مسلمان ایسے ذلیل طور پر اس دن کا استعمال کرتے ہیں اس کی عظمت و شان اور اس کے وقار میں کمی نہیں اس لئے کہ یہ رمضان کا آخری جمعہ ہے اور وہ آخری دن ہے جس دن کے اندر رمضان کے علاوہ بھی ایک ساعت ایسی آتی ہے جب خدا تعالیٰ خصوصیت سے دعائیں سنتا ہے۔ پھر یہ اُس مہینہ کا آخری جمعہ ہے جس کے تیس دن ہی بابرکت اور دعاؤں کی قبولیت کے دن ہوتے ہیں۔ یہ اس مہینہ کا آخری جمعہ ہے جس میں خدا تعالیٰ کی طرف سے خاص برکات اور فضل نازل ہوتے ہیں جس میں عبادت کرنے کا بدلہ خود خدا تعالیٰ کی اپنی ذات ہوتی ہے۔ یہ اُس مہینہ کا آخری جمعہ ہے جس میں سُست اور غافل لوگوں کو بھی خدا تعالیٰ کی عبادت کی توفیق مل جاتی ہے لیکن باہیں ہمہ یہ پچھلی نمازوں کا قائمقام کسی صورت میں بھی نہیں ہوسکتا۔ اگرچہ اس میں شک نہیں یہ خدا تعالیٰ کے قُرب کا موجب ہوسکتا ہے۔ رمضان کے آخری عشرہ کو رسول کریم ﷺ نے خاص طور پر مبارک فرمایا ہے اور فرمایا ہے اس میں ایک ایسی رات آتی ہے جس میں خدا تعالیٰ کے خاص فضل نازل ہوتے ہیں۔[2] اگرچہ اس کے پہلے آنے والے دن بھی اپنے اندر ایسی ساعتیں رکھتے ہیں کہ اگر انسان ان سے فائدہ اُٹھانا چاہئے تو خدا تعالیٰ کے حضور گر کر اپنی ذلتوں اور نکبتوں کو دور کر کے اس کا مقرّب بن سکتا ہے لیکن یہ دن اور اس کے بعد آنے والے دن رات خاص طور پر مبارک ہیں۔

پس میں جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ ان دنوں سے خاص طور پر فائدہ اٹھایا جائے۔ اور خاص طور پر دعائیں کی جائیں۔ جو نہ صرف اپنی ذات کے لئے ہی ہوں بلکہ سلسلہ کی عظمت اور اسلام کی ترقی کے لئے بھی ہوں۔

یاد رکھنا چاہئے شریف انسان ہمیشہ اپنے عہد کا پابند ہوتا ہے بلکہ عہد کی پابندی ایسی شرافت ہے کہ گناہگاروں میں بھی اسے شرافت سمجھا جاتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل فرمایا کرتے تھے میں نے ایک چور سے پوچھا چوری کا کیا طریق ہے؟ اس نے بتایا' عمدگی سے چوری کرنے کیلئے

پانچ آدمیوں کی ضرورت ہوتی ہے ایک وہ جو اندر جائے' دوسرا جو باہر دیکھتا رہے' تیسرا جسے مال سپرد کیا جائے' چوتھا وہ جس کے پاس مال رکھا جائے اور پانچواں سُنار جو زیوارات کو توڑ کر سونا بنائے۔ آپ نے اس سے پوچھا جب اتنے ہاتھوں سے ہو کر مال گزرتا ہے تو اگر کوئی اس میں سے کھا جائے پھر کیا کِیا جاتا ہے۔ گو وہ شخص چور تھا لیکن فوراً اس کے چہرہ پر غیرت کے آثار ظاہر ہو گئے اور اس نے کہا ایسے بددیانت آدمی کو ہم سیدھا نہ کر دیں۔ تو بددیانتی چوری میں بھی شریفانہ نگاہ سے نہیں دیکھی جاتی اور بدعہدی بھی بددیانتی ہے۔

ہماری جماعت کے دوستوں نے بھی ایک عہد کیا ہوا ہے اور عہد بھی کسی انسان سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ سے اور وہ یہ کہ ہم تمام دنیا میں اسلام اور اس کی تعلیم کو پھیلائیں گے۔ یہ عہد کوئی معمولی عہد نہیں ہر کام کی حیثیت کے مطابق ہی اس کے لئے تیاری کی جاتی ہے۔ معمولی کام کے لئے تیاری بھی معمولی اور بڑے کام کے لئے تیاری بھی بڑی ہوتی ہے۔ اگر کسی معمولی چوری کی خبر آئے تو تھانہ سے معمولی کانسٹیبل کو بھیج دیا جاتا ہے لیکن اگر ذرا بڑا واقعہ ہو تو سارجنٹ آتا ہے اس سے بڑا ہو تو تھانیدار جاتا ہے اگر ڈاکہ پڑے تو انسپکٹر جاتا ہے۔ قتل کی واردات ہو جائے تو سپرنٹنڈنٹ بھی پہنچ جاتا ہے کسی بڑے بلوہ کی اطلاع پر انسپکٹر جنرل خود آتا ہے بغاوت کا خوف ہو تو فوج بھیجی جاتی ہے اور ملکوں کی لڑائیوں میں کئی فوجیں جمع کر کے بھیجی جاتی ہیں۔ گویا ہر کام کی حیثیت کے مطابق ہی اس کے لئے تیاری کی جاتی ہے۔ اگر خطرہ اہم ہو تو اس کے انسداد کیلئے تیاری بھی اہم ہوگی۔

جس کام کو ہم نے اپنے ذمہ لیا ہے اگر اس کے خطرات کو مدنظر رکھ کر ایک منٹ بھی سوچا جائے تو معلوم ہو سکتا ہے کہ اس کے لئے کس قدر عظیم الشان تیاری کی ضرورت ہے۔ ہماری اپنی کمزوری اور بے بضاعتی تو اس حد تک ہے کہ مخالفین عَلَی الْاِعْلَان پبلک میں ہمیں گالیاں دیتے ہیں اور اخباروں میں ہمارے خلاف لکھتے ہیں لیکن نہ ہم انہیں روک سکتے ہیں اور نہ ہی گورنمنٹ کچھ کرتی ہے۔ بلکہ پچھلے گورنر نے تو میرے منہ پر کہا تھا ہم چھوٹی چھوٹی جماعتوں کے احساسات کا کہاں تک خیال رکھ سکتے ہیں۔ انہوں نے کہا کب ایسا ہوا کہ کسی مذہبی پیشوا کی ہتک کی گئی جس پر گورنمنٹ کو توجہ دلائی گئی مگر اس نے کوئی نوٹس نہ لیا کہ آپ کو ورتمان کے متعلق اشتہار شائع کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ میں نے کہا ہمارے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو

مخالفین نے گالیاں دیں اس پر حکومت کو توجہ دلائی گئی مگر اس نے کوئی نوٹس نہ لیا اس کے جواب میں انہوں نے کہا چھوٹی چھوٹی جماعتوں کے احساسات کا ہم کہاں تک خیال رکھ سکتے ہیں جس کے معنے یہ ہوئے کہ جس کے پاس طاقت نہیں اس کے قلبی احساسات کا بھی کوئی احترام نہیں کیا جا سکتا۔

ممکن ہے دنیا میں ایسے لوگ بھی ہوں اور ممکن کیا ایسے لوگ ہیں جن کا خیال ہے کہ دل دُکھانا خواہ کمزور کا خواہ طاقتور کا بُرا ہے۔ لیکن آج ایک کثیر طبقہ ایسا پیدا ہو گیا ہے جس کے نزدیک دل کا دُکھنا حیثیت پر منحصر ہے۔ طاقتور کا دل دُکھانا ان کے نزدیک ناجائز اور کمزور کا دکھانا جائز ہے۔ پولیس اکثر لوگوں پر ڈنڈے برساتی ہے لیکن کوئی پوچھتا نہیں کہ کیوں ایسا کرتی ہے۔ لیکن لالہ لاجپت رائے کو ایک ڈنڈا لگ گیا تو اسمبلی میں اس کے متعلق سوالات کئے جاتے ہیں اور تحقیقات کرانے کا مطالبہ کیا جاتا ہے حکومت ہر روز بیسیوں آدمیوں سے مچلکے لیتی ہے لیکن جب گاندھی جی سے لیا گیا تو ایک شور مچ گیا۔ اگر جرم اپنی ذات میں بُرا ہے تو خواہ کوئی کرے سب سے یکساں سلوک ہونا چاہئے۔ اگر ایک جُرم کے ارتکاب پر حکومت ایک کمزور سے تو مچلکہ لے لیکن جب گاندھی جی وہی جُرم کریں تو انہیں چھوڑ دے تو اس کے یہ معنی ہونگے کہ جُرم اپنی ذات میں بُرا نہیں بلکہ اس کا بُرا یا اچھا ہونا ارتکاب کرنے والے کی حیثیت پر منحصر ہے۔ تو دنیا میں بہت سے لوگ ایسے ہیں جو طاقتور کا دل دُکھانا تو بُرا سمجھتے ہیں لیکن کمزور کا دل دُکھانے میں انہیں کوئی مضائقہ نہیں ہوتا۔

ہماری جماعت چونکہ تھوڑی ہے اس لئے اس کا دل دُکھانے کی بھی مُطلقاً کوئی پرواہ نہیں کی جاتی۔ گورنمنٹ بھی اس کے متعلق کوئی توجہ نہیں کرتی اور ہم خود بھی روک نہیں سکتے۔ پس جہاں ہم اس قدر کمزور اور بے بضاعت ہیں۔ اور ہمارے لئے سامانوں کی اس قدر کمی اور فُقدان ہے کہ اپنے حقوق بھی نہیں لے سکتے وہاں ہمارے سامنے اتنا بڑا کام ہے کہ تمام دنیا کو فتح کرنا ہے نہ صرف دنیا کو بلکہ اہلِ دنیا کے دلوں کو فتح کرنا اور رسول کریم ﷺ اور قرآن کریم کی عزت ان کے دلوں میں قائم کرنا ہے۔ ہمارے سامانوں کے مقابلہ میں یہ کام کس قدر اہم اور عظیم الشان ہے۔ ہمارے ملک میں مشہور ہے اکیلا چنا بھاڑ نہیں پھوڑ سکتا جس کا مطلب یہ ہے کہ بڑے کاموں کے لئے بہت سی طاقت اور بڑی ہمت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ جو کام ہمارے

سپرد ہے وہ خدا تعالیٰ کا ہی ہے لیکن خدا تعالیٰ بھی اُسی وقت مدد کرتا ہے جب انسان اس کام کی اہمیت کو دیکھ کر اسے کرنے کے لئے کھڑا ہو جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ بے شک نشانات دکھاتا ہے لیکن پہلے بندے کی استقامت کا نشان دیکھنا چاہتا ہے۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ تم غافل بیٹھے رہو اور خدا تعالیٰ تمہارے لئے نشان اور معجزے دکھاتا رہے۔ کیا ہم میں سے اکثر لوگوں کی یہی حالت نہیں جیسے کہا جاتا ہے ایک سپاہی راستہ سے گذر رہا تھا کچھ فاصلہ پر دو آدمی لیٹے تھے ایک نے اُسے آواز دی' بھائی جانے والے ذرا بات سن جانا۔ اس نے سمجھا شاید کوئی اہم معاملہ ہو اِس وجہ سے چلا گیا۔ جب پاس پہنچا تو اس شخص نے کہا میری چھاتی پر بیر پڑا ہے ذرا اٹھا کر میرے منہ میں ڈال دینا۔ اس پر سپاہی کو بہت غصہ آیا اس نے کہا کم بخت تیرے ہاتھ موجود ہیں تُو خود بیر اُٹھا کر منہ میں ڈال سکتا تھا خواہ مخواہ مجھے راستہ پر جاتے ہوئے کیوں روکا۔ دوسرا پاس والا شخص بولا یہ کمبخت تو ہے ہی بڑا سُست۔ اس کا بیر منہ میں نہ ڈال سکنا تو معمولی بات ہے یہ تو ایسا سُست ہے کہ ساری رات کُتا میرا منہ چاٹتا رہا مگر یہ ہُش تک نہ کر سکا۔

کیا ایسی ہی مثالیں ہمارے اندر موجود نہیں ہیں ہم اتنے بڑے اور عظیم الشان کام کے لئے کھڑے ہوئے ہیں مگر ابھی تک ہم میں سے اکثر ایسے ہیں جنہیں ابتدائی مسائل بھی بار بار بتانے کی ضرورت رہتی ہے۔ میری روزانہ ڈاک ایسے خطوط سے بھری ہوتی ہے کہ ہماری جماعت کو بیدار کرنے کے لئے مبلغ کی ضرورت ہے فلاں مبلغ کو بھیجا جائے۔ میں کہتا ہوں خدا کے بندو! تم تو دنیا کو جگانے کے لئے پیدا کئے گئے ہو تمہیں بیدار کرنے کے لئے مبلغوں کی ضرورت ہے تو تم دنیا کو کس طرح بیدار کرو گے۔

کہا جاتا ہے ایک ایسی قوم جو بہت نرم دل واقعہ ہوئی ہے اور خونریزی نہیں دیکھ سکتی گورنمنٹ نے لاعلمی سے اس کے افراد کو فوج میں بھرتی کر لیا۔ ایک موقع پر جرنیل نے ان کے افسر کو بلا کر کہا تمہیں جنگ پر جانا ہوگا۔ اس نے کہا میں اپنی پلٹن سے مشورہ کر کے بتاؤں گا۔ جرنیل نے کہا مشورہ کا کیا مطلب؟ تم نوکر کس بات کے تھے تمہیں جانا ہوگا۔ اس نے کہا پھر بھی مجھے پوچھ لینے دیں اور آخر مشورہ کر کے اس نے جرنیل کو اطلاع دی۔ پٹھان لوگ بہت سخت ہوتے ہیں ہم ان سے لڑائی کرنے کے لئے جانے کو تو تیار ہیں لیکن ہمارے ساتھ پہرہ دار بھیج دیئے جائیں۔ یہی حالت ان لوگوں کی ہے جو اپنی بیداری کے لئے مبلغ بلاتے ہیں تم تو وہ لوگ

ہو جنہوں نے سوتوں کو جگانا اور مُردوں میں روح پھونکنا تھا۔ تم میں سے تو ہر شخص بیدار رہنا چاہیئے تھا۔ تمہارے دل کے اندر ایک آگ ہونی چاہیئے اور تمہارے جسم میں ایک ایسی روح ہونی چاہیئے جو ہر وقت تلملاتی اور مضطرب رہے اور اُس وقت تک چَین نہ لے جب تک دنیا کے سوتوں کو جگا نہ لے۔ اگر تم ایسا نہیں کر سکتے تو آؤ اِن دنوں میں دعا ہی کرو کہ خدا تمہیں توفیق دے تا تم ایسا کر سکو۔ آمین۔

(الفضل ۱۲۔ مارچ ۱۹۲۹ء)

---

۱ بخاری کتاب الجمعة باب الساعة التی فی یوم الجمعة

۲ بخاری کتاب الصوم باب فضل لیلة القدر